از شیبا حنیف

مشہور افسانے
شیبا کے پندرہ

ناول ہی ناول پبلشرز

شیبا حنیف کے پندرہ مشہور افسانے

شیبا حنیف کے قلم سے

ناول ہی ناول پبلشر

کتاب: شیبا حنیف کے پندرہ مشہور افسانے

مصنفہ: شیبا حنیف

پبلشر: ناول ہی ناول

قیمت: 170 روپے

ایڈیشن: اول

کاپیاں: 1000

انڈیکس نمبر: NHN-22-110

پرنٹ ڈیٹ: 5 جون 2022

پیشکش: صداقت محمود
مرتب: سونیا صداقت

ایڈیٹر: صداقت محمود
زیر نظر: سونیا صداقت

ہیڈ آف پبلشر: صداقت محمود
وائس پبلشر: سونیا صداقت

رابطہ پبلشر سے

NovelHiNovel InstaNovelHiNovel
03155734959 NovelHiNovel.com

اس کتاب کے تمام جملہ حقوق ادارہ ناول ہی ناول کے پاس ہیں۔ بنا اجازت کتاب کے کسی بھی حصے کو نقل کرنا قانونی جرم ہوگا اور اس پر قانونی کاروائی بھی کی جائے گی
۔ کتاب کو بلا اجازت شائع کرنا ادارے کے اصولوں کے خلاف ہوگا اس لیے کوئی بھی ادارہ کتاب کو شائع کرنے سے گریز کرے

فہرست

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
1	مصنفہ	7
2	کچھ باتیں آپ سے	8
3	انتساب	9
4	ممتاز محل	11
5	ایلسہ اور اینا	13
6	ڈول ہاؤس	15
7	ادھوری کہانی	18
8	ہیوی بائیک	20
9	عدم برداشت	23
10	دلہن	25
11	خونی کنواں	28
12	ایوارڈ	30
13	کون	34
14	سرگوشی	37

15	الجھن	38
16	جال	40
17	انتقام	43
18	ضرورت	48
19	نوکیا **3310**	49
20	حرفِ آخر	54

مصنفہ

شیبا حنیف

(گجرانوالہ)

مصنفہ کا تعارف

شیبا حنیف مرزا دور جدید کی ابھرتی ہوئی مصنفہ ہیں جنہوں نے ادبی دنیا میں قدم رکھتے ہی کامیابی سمیٹی۔ آپ کی تعلیمی قابلیت ایم اے اردو, ایم اے ایجوکیشن, ایم بی اے, ایم فل ان مینجمنٹ سائنسز ہے۔ آپ وفاقی گورنمنٹ کے ادارے میں ملازمت کرتی ہیں۔ سماجی وادبی خدمات, اکادمی ادبیات ایوارڈ یافتہ ہیں اور آپ کا شمار پاکستان کے 150 منتخب مصنفین میں ہوتا ہے۔

کچھ باتیں آپ سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جب 2019 میں میں نے فیس بک جوائن کی تو تصانیف گروپ میں مائیکرو فکشن ایونٹ چل رہا تھا اور میں حیرت سے پوچھ رہی تھی یہ مائیکرو فکشن کہتے کسے ہیں؟ تو وہاں پہ موجود لوگوں نے کہا: کہانیوں پہ تبصرے پڑھیں آپ کو کہانی سمجھنے میں مدد ملے گی۔ چنانچہ میں نے کہانیوں کے تبصرے پڑھنے شروع کیے اور اسی ایونٹ میں شرکت کی خواہش ظاہر کر دی استاد محترم سے مدد طلب کی تو انہوں نے کہا ایسی عورت کی کہانی لکھیں جو طوائف ہو مگر کسی کو پتہ نہ چلے کہ وہ طوائف ہے جس پہ میں نے کہا یہ تو بہت بولڈ ہے۔ جس پہ انہوں نے کہا آپ منٹو نہیں پڑھتی بحر حال ہمت کی اور اسی رات ممتاز محل لکھ ڈالی جس کو اسی ایونٹ میں چوتھی پوزیشن ملی اور بطور تبصرہ نگار اٹھارہویں پوزیشن لینا میرے لیے بہت حوصلہ افزاء تھا۔ اس ایونٹ کے بعد خرمن ادب میں بھی مائیکرو فکشن ایونٹ چل رہا تھا۔ جہاں میں نے حصہ لیا تو وہاں بھی اللہ پاک نے میری ڈول ہاؤس کو گیارہویں پوزیشن سے نوازا۔ اور خوش نصیبی یہ رہی کہ میرا انداز بیاں تحریر سب پہچاننے لگ گے کہ یہ شیبا حنیف نے لکھی ہے ان گروپس نے مجھے آب دار اور سپکٹرم کے خطابات سے نوازا۔ جس پہ میں اپنے پڑھنے والوں کی بے حد شکر گزار ہوں۔۔۔۔

انتساب

محترم جناب شاہد محمود صاحب کے نام جو دی مائیکرو فکشن تصانیف گروپ کے بانی ہیں اور وہ پہلے رہنما ہیں جنہوں نے مجھے مائیکرو فکشن لکھنا, سمجھنا پڑھنا سیکھایا اور مائیکروف مصنفہ بننے میں مدد کی۔

شیبا حنیف کے پندرہ مشہور افسانے

شیبا حنیف کے قلم سے

ناول ہی ناول پبلشر

مائیکروفکشن

مائیکروفکشن 1۔: ممتاز محل

”ہماری نیند پوری نہیں ہوتی۔ ہم ہر وقت چکرائے پھرتے ہیں۔ دل متلاتا ہے ہمارا۔" شاہ جہاں کو ہم نے جب یہ نوید سنائی ی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھے اور ہمیں اپنے سینے سے لگالیا:۔

"یہ آپ کی کرامات ہیں۔ بہت مہربانی ہے آپ کی۔ ہمارا تو دل مطمئن ہو گیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ اللہ نے آپ کی زبان میں بہت تاثیر اور شفاء رکھی ہے۔ آپ کا تو نام ہی مرادِ مرادِف ہے" الیاس دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

”جو دے اس کا بھی بھلا جو نا دے اس کا بھی بھلا“ ۔

ایک سہ پہر فریادی نے صدا بلند کی اور ممتاز محل کے سامنے نصب گھڑیال بجادیا۔ ہم جو کبوتروں کو باجرہ ڈال رہے تھے۔ آواز کی سمت متوجہ ہوئے اور کنیز کے ہاتھ بلاوا بھیج دیا۔

”سائیں جی! آجائیں۔ اندر آجائیں کھانا کھالیں"!

ہم اپنی رحم دل اور خداترس طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھے۔

"مراد سائیں کیسے ہیں آپ؟"

"بندہ پروری ہے آپ کی، بندہ تو آپ کے گھر کا گدا تھا، گدا ہے اور ہمیشہ گدا ہی رہنا چاہتا ہے۔"

"الیاس میاں کہئے، آپ کیسے ہیں؟"

ہم ممتاز محل کے ہر ادنی و خاص ملازم کی خیریت دریافت کرتے اور ان کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال رکھتے۔

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔" الیاس باادب سینے پہ ہاتھ باندھے گویا ہوا۔

"ممتاز! لوگ تمہاری تعریفیں کرتے نہیں تھکتے۔ تمہارے تو حسنِ سلوک کے قصیدے زبانِ زد عام ہیں۔" شاہ جہاں نے سرگوشی کی۔

"ممتاز محل میں ہمارے بچے کی قلقاریاں گونجنے والی ہیں۔ یہ انہی احسانات کا صلہ ہے اور انہی لوگوں کی دعاؤں کا ثمر ہے۔"

شام ہوئی گھنگرو کھنکے، غزل چھڑی، ہمارے پاؤں کے گھونگھرو بجنے کی دیر تھی کہ ہماری سریلی آواز نے شاہ جہاں کو مدہوش کر دیا۔ آقا فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر فرمانے لگے:

"ہم بچے کی ولادت باسعادت ہوتے ہی تمہیں اپنے نکاح میں لے آئیں گے"۔

ضعیف العمری کے باعث وہ اب زیادہ دیر تک ہوش میں نہیں رہ پاتے تھے۔ بنت العنب کی تاب نہ لاتے ہوئے جلد ہی دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو گئے۔ محفلِ مجرا اتمام ہوتے ہی مراد نے ہمیں اپنی باہوں میں بھرا اور چراغ گل کرتے ہوئے عادتاً صدا بلند کی:

"جو دے اس کا بھی بھلا جو نا دے اس کا بھی بھلا۔"

ختم شد

مائیکرو فکشن 2۔ ایلسہ اور اینا

"ارے دیکھ ناں سوہنی! کیسی پیاری چوڑیاں ہیں۔ہر وقت منہ بنائی ے پھرتی ہے۔ کبھی تو ہنس بول لیا کر! پیار بھرا شکوہ کیا۔

اس نے ایک نظر چوڑیوں پہ ڈالی۔

"خوب صورت ہیں ناں؟ وہ اس کے قریب آکر پوچھنے لگا۔نازک کلائی ی نرمی سے تھامی اور رنگ برنگی چوڑیاں چڑھادیں۔اب بے رخی نہ برتنا دیکھ! محبت کا جواب محبت سے دیا کر۔:

"بس بہن! اللہ یہ دکھ کسی کو نہ دکھائی ے۔بہت بڑا صدمہ ہے۔جواں سالہ بیٹی دن دیہاڑے لاپتہ ہو گئی۔" خالہ نجمہ زخم تازہ کر رہی تھی۔

"باپ تھانے کچہریوں کے چکر کاٹتا مر گیا۔بچی کا کچھ سراغ نہیں ہے۔پیسے کے یار ہیں سارے۔"پروین چاچی حکومت کو کوسنے دینے لگیں۔

"اینا! خالہ نجمہ نے تاسف سے ماں کی گود میں سر دیے اینا کو پکارا۔

"جی!"وہ اپنا نام سن کر چونکی۔

"دیکھو بچے! تمہیں تو پتہ ہی ہو گا؟ تمہاری بہن کس سے بات کرتی تھی؟ اگر کوئی ی آس پڑوس میں ایسا ہے جس پہ شک ہے تو بتاؤ۔ہم پوری کوشش کریں گے کہ ایلسہ کو صحیح سلامت گھر واپس لے آئی یں۔ "علاقہ مکین،ایس ایچ او صاحب استفسار کرنے لگے۔

"میری ایلسہ ایسی نہیں ہے وہ کسی کے ساتھ نہیں بھاگی۔اسے اغوا کیا گیا ہے۔میری بہن سکول گئی تھی۔واپسی پہ گھر نہیں آئی۔میری بہن کا کسی لڑکے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔"ایلسہ کی صفائیاں دیتے ہوئے اینا زور سے چلائی:۔

"اینا میری شہزادی! یہ لو جلدی سے پیاری سی دلہن بن جاؤ"!

"دفع ہو جاؤ! نہیں پہننا ہے۔میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔شریف ماں باپ کی بیٹی ہوں۔"وہ شدت کرب سے چلائی۔

"شریف ماں باپ کی بچی! گل شیر نے اس کا منہ نوچا

تمہارا عاشق پورا ایک لاکھ لے کر گیا ہے مجھ سے۔کمینہ، جھوٹ بول گیا۔کم بخت کہتا تھا: لڑکی کنواری ہے":۔

"کامران ایلسہ کہاں ہے؟"اینا کامران کے سامنے کھڑی تھی۔

"میرے پاس ہی ہے (ایلسہ) تمہیں بہت یاد کرتی ہے ملنا چاہتی ہے تم سے۔"

اور پھر ایک دن ایلسہ سے ملنے کے لیے اینا بھی گھر سے لاپتہ ہو گئی:۔

ختم شد

مائیکرو فکشن 3۔ڈول ہاؤس

”اللہ ! امی کتنی پیاری ہے ناں ؟ للچائی ی نظروں سے دیکھا۔اس کے بال اللہ, اتنے لمبے ! زباں لڑکھڑانے لگی۔اس کی آنکھیں...امی پلیز ! میں نے یہی لینی ہے

دل مچلنے لگا۔ہونٹ ایسے لگ رہاہے ناجیسے۔۔۔۔۔۔“

”چپ, چپ کر جاؤ بالکل چپ ! امی نے دانت کچکچائی ے, ندیدے نہیں بن جاتے۔انہوں نے غصے کا اظہار کیا

"پہلی دفعہ دیکھی ہے کیا؟ناک منہ چڑھایا۔

دکان داروں کے سامنے یوں ہکلانا نہیں شروع کر دیتے ہیں۔وہ اپنا ریٹ بڑھا لیتے ہیں۔میں تمھیں حاجی رشید کی دکان پہ لے جاؤں گی۔وہاں سے لے لینا۔"وہ مجھے پیار سے سمجھانے لگی

مگر۔۔۔۔۔ ؟میں نے حسرت سے دیکھا

”چپ ! جب کہ امی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں لتاڑا

”شیشہ ٹوٹا ہوا, واش روم اتنا گندا, اف, سنک ... اللہ ! کسی کام کا نہیں تھا۔گیراج میں گاڑی تک نہیں تھی۔“

”امی ! رشید انکل تو بہت اچھے ہیں۔انہوں نے تو ہمیں اورنج جوس بھی پلایا ہے۔"

”ڈول ہاؤس بھی بہت اچھے ہیں۔تمھیں پسند آئی یں گے۔"

امی نے تسلی دی۔

"امی ,گھر چلیں !"امی کا تو رشید انکل کی دکان سے اٹھنے کا جی ہی نہیں چاہ رہا تھا۔انکل بھی تو بڑے جی دار تھے چرب زباں ہونے کے ساتھ ساتھ کبھی دہی بھلے تو کبھی فروٹ چاٹ منگوا لیتے تھے۔امی کو ڈول ہاؤس بہت پسند آیا مگر کھیلنا تو میں نے تھا ناں مجھے ڈول نہیں پسند آئی ی تھی۔کوئی ی باربی، روپنزل ہوتی تو میرے جی کو لبھا جاتی مگر وہاں ایلیسیہ تھی۔کالے منہ والی, چھوٹے بال, دبلا پتلا جسم ہو نہہ دل نہیں مانا:۔

" بڑا سا گھر, گیراج میں دو، دو گاڑیاں (امی نے آنکھیں سکیڑیں) باغ میں پھول, جھولا بھی تو تھا اور کچن اتنا بڑا, اوپر تک ماربل لگا ہوا۔"امی رطب السان تھی۔:

"مگر امی ...میں نہیں...۔" میں نے نفی میں گردن ہلائی ی(کوئی ی سینڈریلا ہوتی یا سنو وائیٹ مگر ایلیسیہ نہیں)دی اے گو کی بہن... بھائی ی نہیں مجھے پسند...کالے منہ والا جس کے بھائی ی سے نہ لگے بہن سے رشتہ بنانے کا کیا فائی دہ؟ چیز پسند نہ آئی ے تو کھیلنے کا دل ہی نہیں کرتا ہے:۔

نرم و ملائی م صوفے شاندار تراش خراش کے پردے

بڑے بڑے برقی قمقمے دکان دار کے اعلی مرتبہ ہونے کا منہ بولتا ثبوت تھے اور جب ڈول ہاؤس ہمارے سامنے رکھے گ ئی ے تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گ ئی یں جب کہ امی بھی قدرے مطمئن نظر آئی یں۔

میں نے امی کو دیکھا مسکراتی نگاہوں کا تبادلہ ہوا۔

"شکر خدایا! جدید طرز کا بڑا سا ڈول ہاؤس ابو کو دیکھا۔

"ریٹ لگا لیتے ہیں۔"میری بے چینی دیکھتے ہوئی ے ابو نے تسلی دی۔

"شکر خدایا! فروزن ڈول ہاؤس میری کم, میری کم*

merry come, merry come

میری ایلسہ کا ڈول ہاؤس اور ایلسہ تو مجھے اینا سے بھی زیادہ پسند تھی جب کہ ایلسہ کو دیکھ کر امی بے حد خوش ہوئی ی اور میں اس کے وجود کو اپنے ہاتھوں میں محسوس کرنے لگا۔ خوشی سے میری باچھیں کھلنے لگیں۔ "امی ...؟امی کی طرف دیکھا

"ٹھیک ہے۔" امی کو ایلسہ پسند آئی ی۔

ابو کو دیکھا؟

"ہاں ریٹ لگا لیتے ہیں۔" ابو نے تسلی دی.

"مگر۔۔۔ امی ...ابو۔۔۔؟ یہ کیا بات ہوئی ی۔" میں نے سر پکڑا۔

"دکان دار کے مزاج ہی نہیں مل رہے تھے۔ سیدھے منہ بیٹھنے کو نہیں کہا۔ رشید نے دہی بھلے جوس پلایا تھا اور اس نے ایک پانی کا گھونٹ تک نہیں پوچھا۔

ایسے بد مزاج؟! اتنی اکڑ؟ بڑے آئے دفع ہم نے نہیں لینی ہے۔(ایلسہ) رکھے اپنے پاس۔ تم میرے ساتھ رشید کی دکان پہ چلنا! بریانی کے ساتھ ساتھ پیپسی بھی پلائے گا اور اس سے ایلیسیہ کی بات بھی کر لیں گے۔ گیراج میں گاڑیاں بھی تو کھڑی تھی وہ بھی دو، دو:۔"

ختم شد

مائیکرو فکشن 4۔ادھوری کہانی

"اب آپ یہاں سے جائیں۔خوف نے سر اٹھایا تو وہ بے ساختہ بول اٹھی۔آپی اٹھ گئی تو مصیبت ہو جائے گی۔"اس نے اس کے کان میں سر گوشی کی۔

"میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں۔"عاشق مدہوشی میں بولا

"آپی؟؟؟؟؟؟؟....."وہ کچھ بولتے بولتے رک سی گئی۔

"چپ!" اس نے اسے خاموشی کا اشارہ کیا۔

"شبو!ہمنہ کا فیڈر بنا دو۔"ساجدہ نے اسے آواز دی۔

"میں ابھی لائی۔اس نے جان سے پیاری آپی کی آواز پہ لبیک کہا۔یہ لو میری گڑیا کا فیڈر۔"اس نے نوزائیدہ پری آغوش میں لی اور واری صدقے ہونے لگی۔

ساجدہ نیم مدہوشی میں بہن اور بچی کو دیکھنے لگی۔"نجانے کیوں ہر وقت مجھے غنودگی سی طاری رہتی ہے؟"اس نے چکراتے ذہن سے سوچا۔

"یہ لو!"اس نے اسے ادویات پکڑائیں۔

اس نے مسکرا کر اپنے شوہر کو دیکھا۔بھرپور مردانہ وجاہت پر کشش سانولی رنگت, گھنی مونچھیں اس نے دل ہی دل میں اپنے محبوب شوہر کی نظر اتاری۔

"میں اب ٹھیک ہوں۔مزید ادویات کی ضرورت نہیں ہے۔"محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے دوا لینے سے انکار کیا۔

"مگر مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"اس نے دوا کھولی اور لاڈ سے اپنی زوجہ کے منہ میں ڈال دی۔

"اب آ بھی جاؤ!"اس نے اسے اشارہ کیا تو مقصد جان کر وہ شرمائی۔

"میں کتنے دنوں کے بعد بازار گئی۔ ننھی پری کی ڈھیر ساری شاپنگ کی ہے۔" وہ خوشی خوشی بہن اور شوہر کو شاپنگ دکھانے لگی۔اور دیکھو تو! میں اپنی بہن کے لئے کیالائی ہوں؟ بڑی نے پیار سے چھوٹی کو پچکارا۔ نجانے کیوں شبو کی کھلتی رنگت زردی میں ڈھلتی جارہی تھی؟ وہ پیار سے اس کے منہ میں چمچ بھر بھر بریانی ڈالنے لگی۔(تمہاری پسندیدہ کراچی بریانی) وہ بہن کی محبتوں کی مقروض تھی۔ جس نے دورانِ زچگی اور زچگی کے بعد اس کا اور اس کی بچی سمیت گھر بار کا خیال رکھا۔

"جیرو! شبو کو چھوڑ آو۔" اس نے اپنے محبوب شوہر کے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"کہاں؟ بیوی کی آغوش میں سر دیئے وہ ایک دم سے چونکا۔

"قبرستان۔اس کے ساتھ ہی اس نے تیز دار چھری جیرو کی گردن پہ چلادی جب کہ دوسرا وار سینے پہ کرتے ہوئے بولی: میں نے تم سے سچا پیار کیا تھا جیرو! میں تمہاری بدلی ہوئی نظر اور اپنی بہن کی بگڑی ہوئی حالت نہیں جان پاؤں گی کیا؟" اب وہ دیوانہ وار پے درپے اس کے سینے پہ تیز دھار چھری سے وار کرنے لگی۔

"ج ... جی ... ر... و.,آ... آپ... آپی؟؟ شبو گرتی پڑتی خون میں نہائے بہن, بہنوئی کے پاس آ پہنچی۔

آج کی تازہ خبر, آج کی تازہ خبر سالی نے بہنوئی کے قتل کے بعد زہر پھانک لیا:۔

ختم شد

مائیکرو فکشن 5: ہیوی بائیک

"کتنا بڑا ہو گیا ہے ناں ہمارا بیٹا اور کتنا پیارا بھی"!

عمر کی اٹھتی اڑان دیکھ کر چوہدری عباس بولے۔

"سرخ و سفید میٹھا رس دار شکل و صورت بالکل آپ پہ ہے۔" شیر جوان بیٹا دیکھ کر مجھے خود پہ فخر ہونے لگا۔

"چلو مانا شکل و صورت بھلے ہی مجھ پہ گ ئی ی ہے مگر یہ جو اس کے اندر مٹھاس ہے ناں یہ تم نے ہی اس کے اندر انڈیلی ہے و گرنہ شکل و صورت کے ساتھ مزاج کا بھی مجھ پہ چلا جاتا ناں تو کھٹا چوٹ ہی نکلنا تھا۔

چوہدری عباس ہنسے۔

"نہیں جی اب ایسی تو کوئی ی بات نہیں ہے۔ میرے چوہدری صاحب بھی بہت اچھے ہیں جنہوں نے اتنا پیارا بیٹا مجھے دیا ہے۔ بس عمر میری تربیت ہے اور وہ ماں ہی کیا جو اپنی تربیت پہ نازاں نہ ہو۔"

"ذرا سی بات کہی تھی (میں نے آپ سے) اور آپ وہ بھی نہیں پورا کر سکیں۔ ویسے کہتی ہیں میں آپ کا دل ہوں آپ کی جان ہوں۔" انار کی طرح سرخ گال لیے عمر نے منہ بسورا تو مجھے ہنسی آ گ ئی ی۔

"سب کچھ تمہارا ہی ہے۔ میری جان ہیوی بائی یک چاہیے ناں مل جائی ے گی۔ بس ماما کی بات ماننی پڑے گی۔"

میں نے لاڈ سے کہا۔

''منظور ہے۔''شہزادے نے منہ بسورا تو مجھے مزید ہنسی آگ ئی ی۔

’’ناگن! میرا گھر چھینا تم نے۔ میرے شوہر کے ساتھ ساتھ میرے بیٹے پہ بھی قابض ہوئی ی ہو تم۔ شرم نہیں آتی ہے تمہیں۔ کسی کی دنیا اجاڑ کے اپنی بسالی۔‘‘

مسرت سیخ پا ہوئی ی۔ مجھے دیکھ کر بامانند مچھلی بِن پانی تڑپنے لگی۔

''یہ جو تمہارے پرس نوٹوں سے بھرے ہوئے ہیں ناں اس پہ میرا حق ہے۔ میری جمع پونجی لوٹی ہے تم نے۔''

مسرت ہر دفعہ بکواس کرتے ہوئے نہیں تھکتی تھی آج مجھے زرا غصہ آگیا۔

’’کالی, بدشکلی, منحوس عورت! تم میں اتنی قابلیت ہوتی تو یوں اپنے ہی گھر سے دھتکاری نہ جاتی یوں چوراہوں پہ کھڑی ہو کر فریادیں نہ کرتی پائی ی جاتی یوں راہ چلتے میرا گریباں نہ پکڑتی بلکہ میری جگہ چوہدری عباس کے گھر بیٹھی ہوتی تمہارا بیٹا چوہدری عمر مجھ سے لاڈ اٹھوانے کی بجائے تم سے فرمائشیں کرتا(ہونہہ) میں نے حقارت سے اس کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گ ئی یں۔ شوہر اور بچے کا نام اسے زہر کا پیالہ لگا۔ جس کے بعد وہ کچھ بولنے کی حالت میں نہ رہی۔ ایک تو رحم دل ہونا بھی عذاب ہے پھر مجھے اس پر رحم آگیا۔ ہمدردانہ کہنے لگی: چلو! اللہ نے تمہیں شکل وصورت تو واجبی سی دی مگر ماں باپ نے بھی کوئی ی کرتوت نہیں سیکھائی ے؟ شوہر اور بچے کو کیسے ہاتھ میں رکھنا ہے یہ تک نہیں سیکھایا تمہیں؟ اس نے دانتوں سے اپنے ہونٹ کچلنے شروع کردیئے آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گرانے لگی۔ ہونہہ, ڈرامے باز عورت! کیسی بولتی بند کروائی آئندہ میرے منہ نہ لگنا ورنہ منہ توڑ دوں گی تمہارا۔''

اسے تنبیہہ کرتے میں اپنی لیموزین کی طرف بڑھی۔

—

"ہیوی بائی یک میری جان۔''میں نے چابیاں عمر کی طرف اچھالی۔

''تھینک یو جانے جاں۔''چابیوں کے ساتھ ساتھ عمر نے مجھے بھی اپنے گلے سے لگا لیا اور پھر شیر جواں بیٹا خوشی خوشی اپنی ادھیڑ عمر ماں کی بات ماننے لگا۔

ختم شد

مائیکرو فکشن 6۔عدم برداشت

"جاوید سب خیریت تو ہے ناں؟"ڈھابے کے مالک نے جاوید کی طرف دیکھ کر باآواز بلند سوال کیا۔ جب کہ بینچ پر بیٹھے اصغر نے اخبار کا صفحہ پلٹا اور نظریں شوبز کی دنیا میں نظر آنے والی حسیناؤں پہ گاڑ دیں۔جاوید نے جیب سے ماچس کے ساتھ سگریٹ کی ڈبیہ نکالی۔جیسے ہی اس نے دیاسلائی سے سگریٹ سلگانا چاہی۔اصغر نے سگریٹ اچک لی۔

"تُو تو بال بچے دار ہے۔ہم سے پوچھ جو تنہا رہتے ہیں۔اف خدایا!کسی خوبصورت لڑکی سے ملوا دے۔چاہے وہ تگنی کا ناچ نچادے"۔

اصغر نے مفت کا سگریٹ سنبھال کر کان پر ٹکالیا۔اصغر کا کنوارا پن اور بھولپن علاقے بھر میں مشہور تھے۔

"بیوی بچوں کا جھنجھٹ پالنے پر کیوں تلا ہوا ہے؟چائے کے ساتھ سُکھ چین کے کش لگا پیارے"۔ڈھابے کے مالک نے اصغر کو چرس دکھا کر غم دور کرنے کی ترغیب دی۔

"ایک چائے میری بھی لے آ۔اصغر کے کھاتے میں لکھ لینا"۔جاوید نے سگریٹ کا حساب برابر کرنے کی خاطر ڈھابے والے سے کہا۔

"کیوں،میں تمہاری چائے کے پیسے کیوں دوں؟تمہارے باپ کا راج ہے کیا؟کوئی ضرورت نہیں ہے۔اپنی چائے کے پیسے خود ادا کرو"۔

"اوئے باپ تک نہ جا"۔جاوید نے غصے سے کہا۔

"چل چل بڑا آیا باپ کا چہیتا"۔اصغر نے ناگواری سے کہا اور چائے کا کپ ہونٹوں سے لگانا چاہا۔مگر جاوید نے ہاتھ مار چائے کا کپ زمین پر گرادیا۔

"میرا کپ توڑ دیا! بیڑا غرق ہو تیرا۔ میری طرف سے دو لگا اسے"۔ ڈھابے کا مالک کپ ٹوٹنے پر غصے سے اصغر کی جانب متوجہ ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے جاوید اور اصغر آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ ایک دوسرے کو فحش گالیاں بکتے، دست و گریباں نظر آرہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ایک دوسرے کے دیرینہ دشمن ہوں۔ دونوں اپنی مردانگی اور بہادری دکھانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے۔ صورت حال کی نزاکت بھانپ کر، ڈھابے پر بیٹھے لوگ بیچ میں کود پڑے۔ "اوئے! جاوید جانے دے، یار اصغر چھوڑ، یار خدا کا خوف کرو۔ چلو بیٹھو آرام سے"۔

جاوید نے طیش میں آکر پیپسی کی خالی بوتل پوری قوت سے اصغر کے سر پہ دے ماری۔ سبھی ہکا بکا رہ گئے۔ اصغر خون میں لت پت شدید درد کے باعث کراہ رہا تھا۔ سر سے خون فوارے کی مانند ابل رہا تھا۔ "کوئی ایمبولینس کو بلاؤ! اوئے کوئی پولیس کو بھی فون کر دو! اصغر او اصغر ہوش کر یار! آنکھیں کھول اصغر!" ڈھابے کے مالک نے چلا کر کہا اور اپنا مفلر اصغر کے سر پر کس کے باندھ کر بہتا خون روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ شدید درد کے باعث اصغر کے نرخرے سے دردناک آوازیں نکل رہی تھیں۔

"جاوید تو نے اصغر مار دیا۔ تو اتنا ظالم ہے! تو نے اپنے یار کی جان لے لی؟ ظالما وہ تو بے ضرر سا پگلا انسان تھا۔ تُو تو سمجھ دار تھا ناں؟ ہائے ہائے"۔

بھانت بھانت کی بولیاں جاوید کے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔ جبکہ اصغر کا بے جان جسم آدھا بنچ پر اور آدھا زمین پر آڑھا ترچھا پڑا تھا۔

"بھاگ جا یہاں سے۔ کیا باقی زندگی جیل میں چکی پیسنے کا ارادہ ہے؟ پولیس آئے گی تو کہہ دیں گے پتا نہیں کون تھا۔ پہلی بار ڈھابے پر آیا تھا"۔

جاوید نے دائیں بائیں دیکھے بغیر دوڑ لگا دی۔

ختم شد

مائیکرو فکشن 7: دلہن

" دلہن کتنی پیاری ہے ناں؟ ہر آیا گیا ایک ہی بات کر رہا تھا۔ بہت پیاری ہے! سب نے سراہا۔ دلہا بھی تو بہت پیارا ہے۔" ہر طرف سے تعریفیں ہونے لگیں۔ اللہ نے کیسی جوڑی ملائی ی۔ دلہن ہیرا تو لڑکا سونا ہے سونا۔ وہ کیا محاورہ ہے بھلا سیر کو سوا سیر ہے۔

"ارے ارے زرا دیکھو تو! یہ دلہن کا رنگ کیوں پھیکا پڑ رہا ہے؟ سرگوشی ابھری۔ (اب بھئی دلہن بی بی جس کے لیے سجی سنوری مہکی۔ اس نے نکھرنا تو دلہے فرید کے چھونے سے ہی تھا؟ انتظار بہت بُرا ہوتا ہے۔ ختم جو نہیں ہوتا ہے۔ دلہن بچاری نے پارلر کا خرچہ کیا۔ بار بار شیشہ دیکھا ہر آنے والی سکھی سہیلی سے پوچھا۔ میں کیسی لگ رہی ہوں؟ میں پیاری لگ رہی ہوں ناں؟" بازار کے چکر لگا لگا کر ماں بہنوں کو ستایا۔ پورے گھر کو گن چکر بنا کے رکھا اور خوشی خوشی سب کو شادی پہ بلایا۔ میری شادی ہے ضرور آنا۔ میرا دلہا بڑا پیارا ہے۔ چلو جی! مبارک گھڑیاں اتریں دلہا دلہن کی آمد ہوئی۔ واہ بہت کمال کی جوڑی ہے سب نے تعریفوں کے پل باندھے دل کھول کے ڈھیر سارے بال بچوں کی دعائی یں دیں مگر یہ کیا دلہا آ کیوں نہیں رہا ہے؟ کہاں رہ گیا ہے؟ اللہ خیر کرے! کہیں میرے دلہے کو کسی کی نظر نہ لگ گئی ہو۔ ہائے لگ بھی تو بہت پیارے رہے تھے۔ دلہن دل ہی دل میں فکر مند ہوئی، چہرے کی سرخیاں اترنی شروع ہوئی۔ ہائی ے اللہ! انہوں نے کچھ الٹا سیدھا نہ کھا لیا ہو؟ کہیں بدہضمی نہ ہو گئی ہو یہ کراچی بریانی والوں نے بریانی بھی تو بہت تیز مصالحے والی بنائی تھی۔ دل دھڑک دھڑک پریشان ہونے لگا یوں لگ رہا تھا جیسے سینہ پھاڑ کر باہر آ جائے گا۔ ہائے کہاں چلے گئے ہیں؟ انہوں نے کچھ بتایا بھی تو نہیں ہے۔ دلہن بچاری کا فکر سے بُرا حال ہونے لگا۔ ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ ارے! یہ کیا مہندی کیوں اترنے لگی؟ مسکارا... ہا! میرا مسکارا کیوں پھیل گیا... اف خدایا! یہ جوڑا ڈھیلا ہو رہا ہے؟ دلہا اب آ بھی

جائے ؟ کہاں رہ گیا ہے ؟ نیند بھی تو نہیں آرہی ہے ! فکر سے جان جانے لگی کہاں رہ گیا دلہا۔ دلہا تو آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا جبکہ دلہن بی بی اپنے دلہے کا انتظار کر کر کے ادھ موئی ہوئی جا رہی تھی۔ پتہ نہیں کہاں رہ گئے ہیں ؟ وہ روہانسی ہوئی :۔

"امی, امی ! اس نے ساسوں اماں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

"آپ کو پتہ ہے فرید کہاں ہیں ؟ اس نے ساسوں اماں کی استفہامیہ نظروں کے جواب میں کہا۔ اتنی رات ہو گئی ہے بلکہ اب تو صبح بھی ہونے والی ہے ....۔"

دلہن بچاری نے افسردگی سے آسمان کے ہلکے رنگ کو دیکھا جب کہ چاند کب کا سو چکا تھا اور ہلکے ہلکے ستارے جگمگا رہے تھے۔

"میں نے اپنا شیر جوان گبھرو بیٹا تمہارے حوالے کیا ہے۔ اور تم یہاں آدھی رات کو مجھ سے پوچھنے آ گئی ہو کہ فرید کہاں ہے ؟" سلطانہ بیگم نے خشمگیں نگاہوں سے سرخ لہنگے میں سجی سنوری دلہن کو دیکھا۔ انہیں نازک سی سجی سنوری پیاری سی لڑکی ایک آنکھ نہ بھائی۔ ناگواری سے دیکھتے کہنے لگی :

" جاؤ دلہن جاؤ ! اپنے کمرے میں جاؤ ! اپنے اور اپنے شوہر کی باتیں اپنے تک ہی رکھو۔ مجھ بڑھیا کو اندر گھسیٹنے کی کوشش مت کرو ! کل کو کچھ اونچ نیچ ہو گئی تو مجھے ہی قصوروار ٹھہراؤ گی کہ ساس نے ہی آگ لگائی ہے۔" رعب دار آواز میں نئی نویلی دلہن کو حکم دیتے ہوئے دروازہ بند کر دیا جب کہ دلہن بی بی آنسوؤں کا گلہ گھونٹ کر چپ چاپ کمرے میں آ بیٹھی۔ کچھ دیر خالی خالی نظروں سے کمرے کو دیکھتی رہی پھر کچھ سوچ کر سنگھار میز کے سامنے جا کھڑی ہوئی اس نے اپنے چوڑیوں سے بھرے ہاتھ دیکھے اور پھر اداس ہوتے ہوئے ساری چوڑیاں اتار دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دلہن کا سنگھار میز چوڑیوں, زیورات سے بھر گیا۔ اس نے گھڑی کی طرف نگاہ دوڑائی۔ صبح کے چار بج چکے تھے اور دلہے

کا کچھ اتہ پتہ نہیں تھا۔ مردہ قدموں سے اس نے فون اٹھایا اور فرید کا نمبر ملایا جو وہ وقفے وقفے سے ملا رہی تھی۔ بھلا فرید کے بغیر اس گھر میں میرے وجود کی کیا اہمیت ہے......؟" آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے جب کہ کالا کاجل سفید چہرے پہ نشان چھوڑنے لگا اب وہ اتنی خوب صورت نہیں لگ رہی تھی۔ بھاری بھر کم لاکھوں کا لہنگا اتار کر اس نے سادہ سا شلوار سوٹ پہن لیا تھا جب کہ موبائل ہاتھ میں پکڑے مسلسل فرید کا نمبر ملا رہی تھی:۔

"ایک تو میں اس فرید سے بہت تنگ ہوں۔" سلطانہ بیگم نے ناگواری سے ہاتھ جھٹکے۔

"میں نے تو تم سے کہا تھا۔ اس کی شادی مت کرو۔ اسے بُری لت لگ چکی ہے۔ اب وہ گھر بسانے کے لائق نہیں رہا ہے۔ مسٹر حمزہ نے بیگم کی پریشانی دیکھتے ہوئے سرد آہ بھری۔ یہ مر جائے کمینہ, لعنتی فاہد!

اسی نے میرے بچے کو اپنے دھیانے لگا رکھا ہے۔ کم بخت مارے نے خود تو اپنی بیوی چھوڑ دی۔ میرے معصوم بچے کو پھانس لیا۔ منہ پہ کپڑا دیئے سطانہ بیگم رونے لگیں۔

مائیکرو فکشن۔8خونی کنواں

"آجاؤ, میرے پاس آجاؤ! آجاؤ میرے پاس آو! ہر وقت اس کنویں سے آواز آتی رہتی ہیں اور جو کوئی ی اس کنویں میں جھانک کے دیکھتا ہے ناں؟ وہ اسی کنویں کے اندر کھینچ لیا جاتا ہے۔اسوہ نے آنکھیں نکالے خوف ناک آواز نکال کر چھوٹے بہن بھائی یوں کو سکول کے رستے میں موجود خون خوار کنویں کا بتایا۔ تم لوگ اس کے پاس مت جانا۔ کبھی مت جانا! ورنہ اندر کھینچ لیے جاؤ گے۔اس نے انجمن اور بلال کو انگلی آگے کر کے نفی میں سر ہلا کے کنویں کے پاس نہ جانے پہ تاکید کی۔ نہیں جاؤ گے ناں؟" بہن بھائی یوں سے یقین دہانی چاہی۔

"ہم کبھی نہیں جائی یں گے۔'' دونوں بچوں نے خوف زدہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا اور عہد کیا کہ ہم اس کنویں کے پاس کبھی نہیں جائی یں گے:۔

"بلال! یہ کیا کر رہے ہو؟ تم گیند راستے میں ہی اچھال رہے ہو۔ کہیں دور گر جائی ے گی اور تمہیں بھی چوٹ لگے گی۔ سکول سے چھٹی ہوئی ی تو سامنے کی دکان سے بلال نے دس روپے کی گیند خریدی اور جگہ جگہ اچھالنے لگا۔ جس پہ انجمن تنگ آ کے بولی تو بلال گیند اچھالنے سے گریز کرنے کی بجائی ے شوخی میں آ کر اور تیزی سے گیند اچھالنے لگا۔ بے دھیانی میں چلتے چلتے دونوں بہن بھائی ی کنویں کے پاس آگ ئی ے انجمن نے بھائی ی کو اشارہ کیا۔ نہیں وہاں نہیں وہاں کنواں ہے۔ یاد ہے ناں آپی نے کیا بولا تھا۔ وہاں کبھی مت جانا۔ خونی کنواں اپنے اندر کھینچ لیتا ہے۔ پھر واپس نہیں نکالتا ہے۔ مت جانا! کبھی مت جانا۔ وہاں جِن رہتے ہیں۔ وہ بہت خوف ناک ہیں۔ کالے کپڑے پہنے ہوئے, بڑے

بڑے ناخن والے, ان کے منہ سے خون ٹپکتا ہے۔ لمبے لمبے دانت کچا چبا جائی یں گے۔ مار دیں گے تمہیں۔"انجمن نے بھائی ی کو ڈرایا تو وہ سچ میں ڈر گیا۔

"سچ میں کیا؟" بلال نے ڈر کے پوچھا تو اس کے ہاتھ سے گیند چھوٹی اور وہ جا پہنچی کنویں کے اندر ہائے اللہ! میری گیند او میری گیند ...اس کے منہ سے نکلا, بھاگ کر کنویں کی طرف جانے لگا۔

"بلال رک جاؤ ! مت جاؤ ،دفع کرو گیند،ن ئی ی لے لینا۔ چھوڑو اسے!" وہ چھوٹے بھائی ی کو کنویں کی طرف بڑھتے دیکھ کر بے چین ہوئی۔

"آج ہی لی تھی۔ میری ن ئی ی گیند ہے۔ وہ گیند کے لیے دکھی ہوا۔ میں دیکھوں تو کہاں گری ہے؟" بلال بے قرار ہوا۔

"پھر کنواں اندر لے جائی ے گا۔ کھینچ لے گا۔ مت جاؤ"!

وہ کھینچ کھانچ کے چھوٹے کو گھر لے آئی ی اور گھر آتے ہی سب سے پہلا کام اس کی شکایت لگائی ی اور امی، آپی سے خوب دھلائی کروائی ...امی! اس نے مجھے اتنا تنگ کیا...... کنویں کے پاس جا رہا تھا۔" اور امی کی طرف سے یہ چپیڑ, یہ پٹاخہ جب کہ آپی ڈانٹ ڈانٹ کر ہلکان ہونے لگی۔ اٹھتے بیٹھتے کنواں کنواں ہونے لگا۔

"میری توبہ! اب کبھی کنویں کی طرف نہیں جاؤں گا۔ بچپن گزرا کنویں سے خوف کھاتے اور دور دور رہتے۔ جب کہ جوانی گزری دوستوں کے ساتھ کنویں کی گھتیا سلجھاتے۔ کنویں کی پراسراریت بڑھتی ہی جا رہی تھی جب کہ ایک دن پولیس کی بڑی سی وین کنویں کے قریب آ رکی اور اس نے کئی بچے، بچیوں کی مسخ شدہ لاشیں کنویں میں سے نکالی۔

"ہائی ے اللہ ! یہ کنواں تو سچ میں خونی نکلا۔ اس کے گرد گھیرا ڈالے انسان نما جن کہہ رہے تھے۔

ختم شد

مائیکرو فکشن 9: ایوارڈ

"جی تو خواتین و حضرات! مشہور و معروف ٹیلی ویژن مرد اور عورت کا جوڑا ایوارڈ شو کی میزبانی کر رہا تھا۔

)بانو ہی کو ملے گا نوشی نے ہاتھوں میں ہاتھ دبائے, بند آنکھیں بلند آواز دعا کی۔ یااللہ بانو ! یااللہ بانو !

جب کہ پاس بیٹھے منور صاحب اور رضیہ بیگم اپنی بچی کی معصومیت دیکھ کر مسکرا دیئے۔

"کون سی کیٹیگری ہے؟"ٹی وی سکرین پہ حسرت سے نظریں جمائے منور صاحب بیٹی سے مخاطب ہوئے مگر بیٹی کے جواب سے پہلے نسیمہ آپا بول پڑیں۔

"ہائے! کبھی کبھی میں سوچتی ہوں۔ یہ لوگ جو ٹی وی پہ آتے ہیں۔ بڑے بڑے ایوارڈ لیتے ہیں۔ یہ کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں۔ اللہ نے انہیں کتنا ذہن دیا ہوتا ہے جبکہ رضیہ بیگم اگلی کیٹگری دیکھنے کے لیے رک گئی

"پاپا اس سال کے بہترین مصنف کا ایوارڈ ملنے والا ہے۔"چھوٹی ہاجرہ نے پرجوش انداز میں باپ کو بتایا ۔

"دیکھ لینا ایک دن میں بھی مصنف بنوں گا۔"نوشی اور ہاجرہ کے درمیان منو تھا(انشاءاللہ)جو آنکھیں میچ پُر عزم بولا۔

"جیسا تمہارا باپ مصنف ہے ناں ویسا نا بن جانا............"رضیہ نے نخوست سے ہاتھ جھٹکا(صرف صفحے کالے کرنے میں لگا رہتا ہے۔اسے تو ناماں کی دوائی کی فکر ہے اور ناں ہی بہن کے بالوں میں اترتی

سفیدی دکھائی دیتی ہے)ماں کے کہنے پہ نسیمہ آپا نے ٹھنڈی سانس لی اور اپنے قد کے برابر نوشی اور ہاجرہ کو دیکھنے لگی۔

"میرا کیا ہے ماں! میری تو گزر گئی۔آگے ان بچیوں کا کیا کرنا ہے؟ کیا یہ بھی جہیز نہ ہونے کی وجہ سے... خدانخواستہ............" کوثر نے بات اچک لی جب کہ منور صاحب مطلب سمجھتے ہوئے ادھر ادھر جھانکنے لگے۔

"دی نومی نی آر !میزبان کی آواز ایک بار پھر سے سنائی دینے لگی اور بوسیدہ سے کمرے کے بوسیدہ دل مکینوں کا دھیان بٹ گیا۔

پھر سے محبت پھر سے افسانے۔۔۔۔صدیق حیدر

محبت زیست کا حاصل۔۔۔۔اسد امتیاز

سسکیاں لے رہی ہیں تنہائی۔۔۔التمش بیگ

کہانی بات کرتی ہے۔۔۔بانو بلقیس

"یااللہ بانو! یااللہ بانو!

جیسے جیسے ٹیلی ویژن اسکرین پہ نام چل رہے تھے نوشی بلند آواز دعائیں کر رہی تھی

"اینڈ دا ایوارڈ گوس ٹو..................

"اسد امتیاز کو ہی ملے گا اسد امتیاز تو اس دنیا کے بیسٹ رائٹر ہیں۔کیا کرموں تیلی والے کا کردار بنایا ہے، شاہکار ہے شاہکار!"نسیمہ آپا اپنے پسندیدہ مصنف کے حق میں بولی۔

"پاپا! اسد امتیاز نے ابھی ابھی ہی لکھنا شروع کیا ہے یہ ان کا پہلا ڈرامہ ہی ہے مگر انھوں نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔"

چھوٹی ہاجرہ باپ کی دلچسپی دیکھتے ہوئے اطلاع دینے لگی۔

"اینڈ دی اہوارڈ گوس ٹو..............

"محبت زیست کا حاصل

تالیاں:

جس کے مصنف ہیں اسد امتیاز"

تالیاں:

تالیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا شور اٹھتا ہے اور اسد امتیاز کے جوتے کے شور سے مٹ گیا۔ اسد امتیاز صاحب بڑی ٹھاٹ باٹھ کے سات سوٹ بوٹ پہنے مسکراتے لب اور پر اعتماد قدموں کے ساتھ ایوارڈ وصول کرنے آتے ہیں

"دیکھا! میں نے کہا تھا ناں یہ کمال کے مصنف ہیں۔ چن چن کے ڈائیلاگ لکھتے ہیں اور کمال لکھتے ہیں۔"

نسیمہ آپا تالی بجا کر بولی جب کہ مائیک سے الفاظ نکل رہے تھے:

"میں سب سے پہلے رب باری تعالی کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جس نے مجھے اس عزت سے نوازا۔ اس کے بعد اپنے والدین, اپنی بیوی, اپنے بچوں کا جنہوں نے ہر قدم میرا ساتھ دیا(ہیلو بچو! کنگراجو لیشن)

دور سے بچو کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور بچے دوڑتے بھاگتے اپنے والد کے پاس جا پہنچے۔

"ہائے کاش! کبھی ہمارے ابو کو بھی ایسا ہی ایوارڈ ملتا!" نوشی نے بانو کا دکھ بھول, اپنے ہم عمر بچوں کو دیکھا جو ایوارڈ وصول کر رہے تھے۔

"بلی کو چھیچھڑوں کے خواب... "رضیہ پوتی کی فرمائش سن کر بولی۔ جب کہ منور نے دھیان ٹی وی کی طرف لگا لیا۔

"حیدر سیالکوٹیاں تو کمال کا کردار تھا۔"

ویورز میں ایک آدمی نے رائے دی۔

"مجھے قلندر کا می بہت پسند آیا۔" سیالکوٹیاں............؟؟؟, قلندر............؟؟

منور زیرِ لب بڑبڑایا اور بیٹی سے اس ڈرامے کے بارے میں پوچھنے لگا۔

"ایک سیالکوٹیاں ہوتا ہے وہ قلندر کا لنگوٹیا یار ہوتا ہے اسے نیر و جھلی سے پیار ہو جاتا ہے۔ چاچا کھیر و اسے اپنے بیٹے کرم اللہ سے بیاہنا چاہتا ہے.........۔"

جب کہ منور کا ہاتھ سینے کے بائیں جانب بڑھتا ہی چلا گیا اور آنکھیں بند ہوتی چلی گئی کیونکہ یہ وہی ناول تھا جو ہر بار ناقابل اشاعت ٹھہرا دیا جاتا:۔۔۔۔۔

ختم شد

مائیکرو فکشن 10۔ کون؟

"کون تھا وہ؟ اس نے کچھ کیا تو نہیں؟" امی کی تشویش چہرے سے واضح تھی۔

"مجھے نہیں پتہ۔ کالج سے واپسی پہ میرے پیچھے پیچھے"۔ آنسوؤں کا گولہ میرے حلق میں اٹکا، آنکھیں روداد بتاتے ہوئے لہو رنگ، آواز نکلنا بے حد مشکل، بے بسی ولاچارگی سے برا حال۔

"اور بھیجیں کالجوں میں پڑھنے۔ ذلیل کروا دیا ساری دنیا کے سامنے۔ سب نے دیکھا ہوگا؟ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔" لقمان بھائی ی نے غصے و تنفر کی نگاہ مجھ پہ ڈالی۔

"آپی کا کیا قصور ہے بھائی ی؟" چھوٹی کرن میرے دفاع میں بولی۔ میرے چہرے پہ آئے بال پیچھے کیے۔ سر پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔

"جھے بہت ڈر لگتا ہے ان منحوسوں سے۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ اللہ مجھے کبھی بیٹی نہ دے!" لقمان بھائی ی نے نفرت بھری نگاہ مجھ پہ ڈال کے کہا۔

"ایک ایک مائی ی باپ کا بچہ ہے۔ پیچھے دو اور جوان بہنیں ہیں۔ کیا میرا بچہ اب تھانے کچہریوں کے چکر لگائی ے؟ بہن کے پیچھے غنڈا پڑ گیا عرضیاں لیے پھرے؟

میں کہتی رہی میٹرک کر لیا ہاتھ پیلے کرو مگر میری سنتا کون ہے؟" دادی گرجی۔

"کنزہ! اسے پہچانتی ہو بیٹا؟" ابو کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔

میں پھوٹ پھوٹ کے رو دی "نہیں مجھے نہیں پتہ۔"

"میری بات سنو! اللہ نے کرم کیا ہے۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ ہمارا کوئی ی نقصان نہیں ہوا۔ کالج چھڑواؤ ں چپ کر کے ساجد موچی سے نکاح پڑھوا دو۔ آج اکیلا کالج سے واپس پیچھے آیا ہے کل چار

بندوں کو ساتھ لے کے گن پوائی نٹ پہ لے گیا تو ایک کی جگہ تین تین کو روئی یں گے دادی نے حتمی فیصلہ سنایا:۔

کڑاکے دار دھوپ تھی۔ سڑکیں ویران دور دور تک کوئی ی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گھر کی چھت پہ کھڑی میں کالج جاتی سڑک کو حسرت سے دیکھ رہی تھی کاش میرے ساتھ وہ حادثہ نہ ہوا ہوتا تو میں بھی آج کالج جاتی۔اب تو کوئی ی موچی, نائی ی بھی مجھے نہیں اپنائی ے گا میری آنکھیں پانیوں سے بھر گ ئی ی۔ بے بسی سے میں نے آسمان کو دیکھا۔اللہ وہاں کوئی ی بھی نہیں تھا مگر آپ تو تھے ناں؟آپ کو تو پتہ ہی ہو گا میرے پیچھے کون تھا؟ وہ پہلے میرے پیچھے تھا پھر میرے آگے پھر میرے قریب۔ میں نے فوراسر جھٹک کے ذہن سے اس خوف ناک منظر کو جھٹکنا چاہا۔ تیز دھوپ کی تمازت مجھے اندر تک جھلسا گ ئی ی۔ بے چین ہو کر میں نے چھت سے اترنا چاہا۔ میری نگاہ زمین پہ پڑی۔ وہی کالا لا نمبا۔ وہ میرے پیچھے تھا میں چونکی، دوڑی وہ میرے پیچھے دوڑا۔ اس کا عکس مجھ سے ٹکرایا۔ شدید نا گواری کا احساس میرے اندر اتر گیا۔ میں نے ہاتھ جھٹک کے اسے پیچھے کیا۔اس کا چھونا مجھے پسند نہیں آ رہا تھا۔ خود کو بچانے کے لیے میں نے دیوار کا سہارا لیا وہ میرے اور قریب آ گیا میں پوری طرح اس کی گرفت میں تھی۔"۔امی، امی، امی"۔

"کیا ہوا؟ کون ہے؟ دن دیہاڑے گھر گھس آیا کیا؟

دروازے پہ تو کنڈی لگی ہے۔ میرے کانوں میں آوازیں گونجی۔ میں, اس سے حوف زدہ ہو کے آنکھیں بند کیے چلا رہی تھی میری قوت مدافعت جواب دے چکی تھی مکمل بے بس ہو کر میں نے خود کو اس کے رحم و کرم پہ چھوڑ دیا۔

"کیا ہوا؟ کون ہے؟ کنزہ ہوش کرو کیوں چلا رہی ہو؟"

امی کے جھنجھوڑنے پہ میں نے انگلی بڑھا کے اس کی طرف اشارہ کیا۔امی وہ!!!!۔۔۔۔

امی،دادی،ابو،بھائی ی،بہنیں سب نے میری انگلی کی طرف دیکھا۔ایک ڈری سہمی انگلی میری طرف بھی اٹھی ہوئی ی تھی اور وہ بھی اپنی امی سے کہہ رہی تھی امی وہ:۔

مائیکرو فکشن 11۔ سرگوشی

سنو!

کیا ہے؟

کانپ کیوں رہی ہو؟

کوئی آ گیا تو؟

کوئی نہیں آتا۔

کسی نے دیکھ لیا تو؟

میں ہوں نا۔

مجھے ڈر لگ رہا ہے۔

مجھ سے کیا؟

نہیں، رات سے، تنہائی سے، اپنے آپ سے، اور اور

"جہاں پیار ہوتا ہے وہاں پرواہ نہیں ہوتی۔"

مائیکرو فکشن 12۔ الجھن

"سمندر! تم تو میرے دوست ہو ناں۔ میرے گھر کے ساتھ ہی رہتے ہو۔ تمہیں تو سب کچھ پتہ ہی ہو گا ناں۔ میں تو بہت چھوٹی تھی۔ ناسمجھ تھی مگر تم تو بہت بڑے ہو ناں؟ اعلی ظرف, بڑے دل والے, ہزاروں راز اپنے اندر لیے ہوئے, مجھے بتاؤ ناں اس رات کیا ہوا تھا؟ جب نومبر کی سردیوں میں میرا ننھا منھا وجود اپنی ماں کی آغوش کی بجائے نرم و ملائم کمبل سے لپٹا دیا گیا تھا۔ بتاؤ نا؟ میری ماں نے مجھے اپنی آغوش سے کیسے جدا کر دیا۔ ماں، بابا میں تو بہت پیار تھا ناں۔ چچی کہتی ہیں: میرے بابا نے میری ماں سے پسند کی شادی کی تھی اور امی تو بابا کی بہت لاڈلی تھی اور بھئی میری ماما میرے بابا کی کیوں نا لاڈلی بیگم ہوتی۔ میری امی ہیں ہی اتنی خوب صورت تھی یہ لمبے لمبے بال, بڑی بڑی آنکھیں, ستواں ناک, لمبا قد, گورا چٹا رنگ, میں نے ان کی تصاویر دیکھی ہیں۔ بہت پیاری ہیں میری امی۔ اور ابھی شادی کو بھی تو صرف دو ہی سال ہوئے تھے صرف دو سال اور میں ننھی منھی گود میں۔ کتنی پیاری زندگی ہو گی ناں میری۔ کبھی ماما کی گود میں تو کبھی بابا کی گود میں۔ اکلوتی, ناز اٹھوانے والی اور دو سالوں میں تو شادی شدہ زندگی کے چاؤ ہی نہیں ختم ہوتے۔ بتانا سمندر مجھے کیا ہوا تھا اس رات۔ کوئی جواب نہیں دیتا مجھے۔ کیا ہوا تھا؟ جب اندھیری خاموش رات کلاشنکوف کی گن گرج سے لرز اٹھی۔ کمبل میں منہ دیے لوگ کھڑکیوں, دروازوں سے جھانکنے لگے۔ کچھ نے تو دروازہ کھول کے گفت و شنید بھی کرنی شروع کر دیں کہ یہ فائرنگ کہاں سے ہوئی؟ ایمبولینس کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ ارے پولیس ایف آئی آر یہ کیا میڈیا کے لوگ! اس وقت کیا ہو رہا تھا؟ میرے بابا کو ہاتھوں پاؤں سے باندھ کے پولیس کہاں لے گئی؟ اور ماما, میری ماما! مجھے چچی نے سوئے سوئے کیوں گلے سے لگا لیا میری نیند خراب کر دی۔ بتانا

سمندر, کیا ہوا تھا اس رات ؟ کوئی کچھ نہیں بتاتا مجھے, کیوں کچھ نہیں بتاتا مجھے ؟ سمندر کا سکوت اس کی ہچکیاں سسکیاں توڑنے لگیں جب کہ دل کی دھڑکن ماتم کدہ کہنے لگی

*بجھتی کیسے دل کی دھڑکن
مجھ کو گھیرے ہے یہ الجھن
میں اس جھولی میں کھیلوں گی
جس میں گزرا میرا بچپن
چلتے چلتے رک جاتی ہے
دل سے روٹھی دل کی دھڑکن
رم جھم رم جھم برسے بادل
مجھ کو اچھا لگتا ساون
پہروں بیٹھی ہوں میں تنہا
تنہا بیٹھے جیسے دلہن
پیاسا سمندر, پیاسا دریا,
آنکھ سے برسے میرے ساون*

جب کہ گہرے سمندر کا سینہ اس کے آنسوؤں سے تر ہوتا کہنے لگا: "اس رات تمہارے ماں بابا کی شادی کی سالگیرہ تھی بابا نے سفید سوٹ پہن رکھا تھا اور ماں تو گویا شہزادی لگ رہی تھی تمہارے بابا خوشی کا اظہار کلاشنکوف کی گولیاں برسا کے کر رہے تھے کہ اچانک, اچانک سے تمہاری ماں گولی کی زد میں آ گئی اور پھر سمندر ا سے اپنے سینے سے لگائے ڈھارے مار مار رونے لگا:۔

مائیکرو فکشن 13۔جال

"لو بھلا اب ہم اپنے چاند کے لیے کوئی ی ٹوٹا پھوٹا تارا لے آئی یں۔دیکھنا میں اپنے ہونہار بھتیجے کے لیے ایسا ماہتاب ڈھونڈوں گی جس کی چمک نا صرف ہماری سات پشتوں کو روشن کرے گی بلکہ خاندان و برادری تو کیا سارا گاؤ ں دانتوں میں انگلی داب کر بیٹھ جائی ے گا۔"ہر بار کی طرح اس بار بھی پیپیپیپیں سالہ شہزادے کو تسلی دی گ ئی ی کہ تمہیں گوہر نایاب دلانے کی ذمہ داری ہماری ہے۔جب کہ شہزادے نے بھی فرمان بردار سپوت ہونے کے ناطے سر جھکا دیا۔گویا کہ اس کی زندگی کی سیاہ وسفید کی چچی ہی مالکن ہو اور بھ ئی ی پھر چچی کی بات ماننی بھی تو بنتی ہے۔(صوم صلوۃ کی پابند) تہجد گزار ہمہ وقت بھتیجوں کے لیے دعا گو...... باوجود یہ کہ ان کے اپنے بھی بیٹے تھے۔جن کی شادیاں انہوں نے چوبیس پچیس سال کی عمر میں کر دی تھیں اور بہوئی یں بھی کوئی ی حور پریاں یا اللہ میاں کی گائی ے نہیں ڈھونڈی تھیں بلکہ وقت سے تمام کام کر کے فارغ تھی مگر یہاں پہلے بھتیجے کی دفعہ ہی معیار تھوڑا نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ اونچا کر لیا گیا تھا کہ لڑکی کی حسب و نسب تو چھوٹی بات ہے۔لڑکی کے دور و نزدیک کے رشتے دار بھی عام سے نہیں ہونے چاہیے۔(واہ جی واہ) چچی کی محبت کا یہ عالم نا کبھی دیکھا نہ ہی کبھی سنا۔اتنا تو جنم دینے والی مائی یں نہیں فکر کرتی جتنا وہ ایک چچی ہو کے کر رہی تھی۔(آفرین ہے ایسی چچی پہ)۔

"یہ تم سے کیسے بات کرتا ہے؟ذرا بھی اس آدمی میں رکھ رکھاؤ نہیں ہے۔اسے تو کسی آئی ے گ ئی ے کی عزت واحترام کا بھی پاس نہیں ہے؟خدا معلوم بچی کا کیسے لوگوں سے پالا پڑ گیا ہے۔"چچی آج نگہت آپا کے گھر آئی ی ہوئی تھی اور ان کے سسرالیوں پہ ناک بھوں چڑھا رہی تھی۔

"چچی آہستہ بولیں خدارا! کوئی ی سن لے گا... میں بہت خوش ہوں مجھے کوئی ی مس ئی لہ نہیں ہے۔

"نگہت نے چچی سے التجا کی جو آئی ے روز اس کے سسرال آکر ہنگامہ برپا کر دیتی تھی۔

"اللہ! ماں صدقے، اتنا ڈر، اتنا خوف ان ظالموں نے تمہیں اتنا ڈرا دھمکا کے رکھا ہوا ہے۔ ہائی ے اللہ! دیکھو تو کیسے پھول سی بچی کملا کے رہ گ ئی ی۔ چچی پہلی دفعہ یہ واویلا نہیں کر رہی تھی بلکہ ہر دفعہ وہ یونہی ہنگامہ برپا کرتی۔

"چل میرے ساتھ میں نے تمہیں ان بے قدروں میں رہنے ہی نہیں دینا ہے"

دیکھتے ہی دیکھتے چچی نے زور زور سے رونا شروع کر دیا (بھئ یہ چچی کی محبت ہی تو تھی بھتیجی بھتیجوں کے لیے۔ جو آئی ے دن خبر گیری لینے پہنچی ہوتی وگرنہ چچی کی خود کی بیٹیاں تو ماں سے شکوہ ہی کرتی رہتی کہ کبھی ہمیں بھی میکے بلائی یں مگر چچی اپنی بیٹیوں کو ہر بار ڈانٹ پلاتی اور ساس سسر کی سہنے اور شوہر کے گھر ہی دل لگانے کو کہتی :۔

چچی کو اللہ کے گھر کا بلاوا آ گیا۔ حج پہ جانے سے پہلے انہوں نے مرحوم جیٹھ کی قبر پہ فاتحہ خوانی کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے حاضری دی۔ مرقد پر چچی کے ساتھ وہ بھتیجے جن کی عمریں ڈھل رہی تھی اور طلاق یافتہ بھتیجی بھی تھی۔

چچی نے اپنے سارے چہرے کو حجاب سے ڈھانپا ہوا تھا (بھ ئی ی دین دار تھی جیٹھ سے پردہ تو بنتا ہے نا) اور اس صورت میں تو زیادہ بنتا ہے جب یہ آدمی کبھی آپ کی پسند میں شامل ہو مگر آپ کو دھتکار کے کسی اور کو اپنا لے مگر کوئی ی بات نہیں ہے۔ چچی کا دل بہت بڑا ہے۔ اُسی کے چھوٹے بھائی ی سے شادی کر لی اور خوشی خوشی ایک ہی گھر میں رہنے لگی۔ کیوں کہ جڑیں گھر سے کاٹنے کا ہی تو مزا آتا ہے۔

محبت میں چوٹ کھائی ی عورت جب انتقام لیتی ہے تو جڑ سے کھو کھلا کرتی ہے اور آج چچی کا دل قہقے لگا, لگا کر ہنسنے کو کر رہا تھا کہ میں نے ہمدردی, محبت, خلوص, وفا کے دھوکے کا ایسا جال بچھا دیا ہے جہاں سے میرے بھتیجے, بھتیجیوں کا نکلنا بہت مشکل ہے

مائیکرو فکشن 14: انتقام

"ارے میرا پیارا بیٹا! راج دلارا! دادی کی آنکھوں کا تارا! چھوٹے سے گل گوتھنے کو گود میں لیے خوشی سے نہال دادی بار بار اسے چوم رہی تھی جب کے ساتھ کھڑا سات سالہ حیدر حیرت و پریشانی کے ملے جلے احساسات لیے ترسی ہوئی نگاہوں سے کبھی بچے اور کبھی بچے کی ماں کو دیکھ رہا تھا۔ کتنا پیارا ہے نا! بالکل اپنے بابا پہ گیا ہے! میرے عمر پہ! میرے شیر کا شیر بچہ! دادی نے اپنے سینے سے لگالیا۔ بہو رانی بھی خوش تھی اور راجہ بیٹا بھی بھائی ی بات ہی خوشی کی تھی ابھی شادی کی پہلی سالگیرہ کا کیک کاٹا نہیں تھا کہ اللہ نے بڑی سی حویلی کو ننھے سے وارث سے نواز دیا۔ حویلی میں موجود تمام افراد بات بات پہ اللہ کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہے تھے۔ حیدر، حیدر جاؤ! دوڑ کے جاؤ! میرے کمرے سے زرا سرمہ اٹھا کے لاؤ! نظر کا ٹیکا تو لگا دوں کہیں نظر ہی نہ لگ جائے میرے چاند کو! دادی نے چھوٹے گل گوتھنے کو چومتے ہوئے سات سالہ حیدر سے کہا مگر آواز سن کے اس نے ان سنی کر دی اس کی نظر چھوٹے بچے پہ تھی جواب اپنی ماں کی گود میں تھا۔

"جاؤ جا کے سرمہ لے کے آؤ! دادی نے زرا گھور کے کہا تو حیدر منہ بنا کے کمرے سے باہر چلا گیا کمرے سے نکلتے ہوئے حیدر کے والد چوہدری سکندر حیات بھائی ی کو بیٹے کی مبارک باد دینے کمرے میں داخل ہو رہے تھے کہ انہوں نے لاڈ سے اپنے بچے حیدر کے سر پہ ہاتھ رکھنا چاہا مگر بچے نے انتہائی غصے سے ان کا ہاتھ جھٹک دیا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا سکندر حیات نے بے بسی سے سرد آہ بھری جبکہ یہ منظر دیکھ کے دادی بلند آواز سے بولی: "بہت ہی بدتمیز ہو گیا ہے! زرا بات نہیں سنتا! پتہ نہیں کس پہ چلا گیا ہے؟ گستاخ ماں کا گستاخ بیٹا اور اس طرح کے الفاظ سات سالہ بچے کے کانوں میں اکثر و بیشتر گونجتے رہتے۔ وہ دادی کے کمرے میں گیا اور سرمہ لا کے زور سے اس نے دروازے کی اوٹ

سے ہی دادی کی طرف پھینک دیا۔ دادی تو دہل کے رہ گ ئی ی کہ آنکھ پھوٹتے پھوٹتے بچی جب کہ ن ئی ی نویلی دلہن نے اپنے نوزائی یدہ بچے کو سینے سے لگالیا اور حیرت و غصے سے شوہر کو دیکھا کہ اگر بچے کو لگ جاتا تو۔۔۔۔۔۔

"بابا پیسے دیں! سکول پارٹی ہے سب بچے گھر سے کچھ نہ کچھ بنا کے لے کے جائی یں گے۔" پیسوں کا مطالبہ کرتے ہوئی ے حیدر نے اپنے والد کو آگاہ کیا

"تو تم بھی گھر سے بنا کے کچھ لے جاؤ نا؟" ساتھ چچا عمر حیات بیٹھے تھے انہوں نے پیار سے کہا۔

"میری کون سی ماں ہے؟ جو مجھے بنا کے دے گی! کبھی لنچ نہیں لے کے گیا باہر سے ہی لیتا ہوں۔"

"چلو کوئی ی نہیں بنا لیتے ہیں"۔ حیدر کو تسلی دیتے ہوئی ے چچا نے کہا: میں تمہاری چچی سے کہتا ہوں وہ تمہیں کچھ بنا دیتی ہے"

"حنا! وہ حیدر کی پارٹی ہے سکول... کھانے میں کچھ بنا دو اسے!

"میں اپنے بچے سنبھالوں کے لوگوں کے؟ میرا اپنا بچہ چھوٹا ہے میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے دوسروں کو دیکھ سکوں":

بیگم کی بات سن کے تھوڑی ناگوار ای تو محسوس ہوئی ی مگر پھر مصلحت کے تحت بولے: "بنا دو پلیز بچہ خوش ہو جائی ے گا!

"بچے کو اس کی ماں کے پاس بھیج دیں ماں بھی خوش اور بچہ بھی خوش۔" بیگم نے ابرو اچکائے۔

"یار تم نا می کی بات سنتی ہو نا میرے بھائی ی کی! بہت دنوں سے دل میں جو دبا شکوہ تھا وہ بھی کر ڈالا۔

"بھائی ی کے ساتھ تو خیر میرا شرعگی پردہ بنتا ہے اس لیے میں ان کے سامنے کم ہی جاتی ہوں اور رہی بات امی کی تو ان سے کہو پہلی بہو نکالی تھی دوسری بھی نکال دے اور اس دفعہ بچہ ماں سے چھین کے دکھائی یں زرا... میں

س نے اپنے نوزائی یدہ بچے کو عمر حیات کے ہاتھوں سے لیا اور وارننگ دینے والے انداز میں کہا۔ اپنے بچے کو چوما اور اسے آنچل میں چھپا لیا جب کہ غصے اور ناپسدیدگی کی شدید لہر عمر حیات کے رگ وجاں میں سرایت کر گ ئی ی دماغ کی راگیں تن گ ئی یں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔ دل تو چاہا کہ ابھی اسی وقت اس عورت سے بچہ چھین کے حویلی سے چلتا کرے اور سات سال پہلے کی تاریخ دہرا دے اور اس عورت کو بھی وہی سزا دے جو میرا نچ نہ بنانے پہ امی کی فرمانبردار بہو ثابت نہ ہونے پہ بھائی ی نے بھابھی کو دی تھی اس نے غصے سے گستاخ عورت کو دیکھا سزا کا حکم سنانا چاہا مگر اس کی گود میں اس کا بیٹا سکون سے کھیل رہا تھا جب کہ وہ ساری دنیا سے بے نیاز ہو کے بچے کے لاڈ اٹھانے میں مگن تھی۔

"کیا کوئی ی اور عورت اس بچے کو ایسے سینے سے لگائی ے گی جیسے اس نے لگایا ہوا ہے؟ کیا کوئی ی اور عورت اس کے ایسے ہی ناز نخرے لاڈ اٹھائی ے گی جیسے یہ اٹھا رہی ہے؟ اپنے ہی سوالوں کے جواب کے لیے اس نے آنکھیں موند لیں۔ حیدر کی آوازیں سنائی ی دینے لگی: "بابا! آپ میری ماں کہاں چھوڑ آئی یں؟ کہیں سے ڈھونڈ لائی ے نا! اس حویلی میں سب مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں! پتہ نہیں میری ماں مجھے کہاں چھوڑ کے چلی گ ئی ی؟ ساری رات کتے بھونکتے ہیں مجھے نیند نہیں آتی! اور دادی کہانیاں بھی نہیں سناتی, کہتی ہے: چل جلدی سو جا! سارا دن تیرے باپ کے لیے ہانڈیاں پکاؤں اور رات کو تجھے لوری دے کے سلاؤں! میں خود بوڑھی جان ہوں اتنی جان نہیں ہے تم باپ بیٹے کی چاکری کروں۔"

حیدر, امی, بھائی ی کی ملی جلی آوازیں اس کے ذہن میں گونجنے لگیں حو فزدہ ہو کہ اس نے آنکھیں کھول لیں سارے جسم میں کپکپی پھیل گ ئی ی۔ کیا پھر سے وہی کروں؟ اس نے غصے سے اک نظر بیوی اور

بچے پہ ڈالی ان دونوں کو نہ تو کسی کی آگ برساتی آنکھوں کی پرواہ تھی اور نہ ہی آنے والی وقت کی سختی کی۔ وہ دونوں آپس میں ہی مصروف و مگن تھے بچے کو اپنی ماں کی گود میں ہنستے مسکراتے دیکھ کر اس کی بند مٹھیاں اور تنی رگیں ڈھیلی پڑ گ ئی یں۔ میری ماں میری ماں ہے میرے بیٹے کی ماں اس کی ماں ہے اور حیدر کی ماں حیدر کی ماں ہے کوئی ی بھی ماں کسی کے بچے کو وہ پیار و شفقت نہیں دے سکتی جو اس کی اپنی ماں دیتی ہے پھر چاہے وہ دادی پھوپھی خالہ ہی کیوں نہ ہو۔ کچھ سوچ کر ایک فیصلہ کر لیا گیا۔ نہیں اب نہیں میں اپنی جنت کے لیے اپنے بچے کو اس کی جنت سے جدا نہیں کرونگا پھر سے وہی کچھ نہیں۔ سوچوں کو پس پشت ڈالا نفی میں گردن ہلا دی گ ئی ی فیصلہ واپس لے لیا گیا اس حویلی میں دوسرا حیدر نہیں, ہتھیار پھینک دی ئی ے گ ئی ے:۔

"حیدر, حیدر! دادی نے پتنگ اڑاتے حیدر کو کہیں آوازیں دیں مگر وہ بھی ضد کا پکا تھا سنتا نہیں تھا ڈھیٹ ماں کا ہے! مجال ہے جو زرا بات سن لے! حیدر کے والد, والدہ کے ساتھ چارپائی ی پہ بیٹھے تو حیدر کی دادی نے راگ الاپنے شروع کر دیے۔

"بس کر دے اماں! جان چھوڑے اس کی، سکندر کے لہجے میں ناگواری صاف واضح تھی پہلے میری جان کھاتی رہی اسکی ماں کو چھوڑا اب کیا اس کو بھی گھر سے باہر نکال دوں؟ بے زار لہجے میں کہہ کے ماں سے دور جا بیٹھے جب کہ حیرت سے دور بیٹھے بیٹے کو دیکھ کے ماں نے سوچا محرومیاں نہ تو سدا فرمانبردار رہنے دیتی ہیں اور نہ ہی خوش مزاج پھر کمی چاہے کیسی ہی کیوں نہ ہو؟ غصہ، جھنجھلاہٹ حسد, انتقام جنم لیتی ہے جب تک یہ حویلی ویران تھی اجاڑ تھی پر سکون تھی مگر اب جب سے یہاں چوڑیوں کی کھنک اور رات کو بچے کے رونے کی آوازیں سنائی ی دیتی ہیں تو اس بڑی سی حویلی کے مکینوں کا جی چاہتا ہے خود اپنے ہاتھوں سے حویلی کو آگ لگا دیں کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر بار مظلوم ہی آ کے ظالم کا گریبان

پکڑے بلکہ بعض دفعہ قدرت خود چل کر انتقام لینے آتی ہے اور تب چاروں شانے چت ہونے کے سوا کوئی ی چارہ نہیں ہوتا:۔

مائیکرو فکشن 15۔ضرورت

"میرے بھائیو اور میری بہنو! میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں میں ہر مشکل میں آپ کا ساتھ دوں گی۔ دوپہر کا وقت ہو یا رات کا کوئی پہر, آپ جب چاہیں مجھے فون کریں اپنے مسائل سے آگاہ کریں اگر آپ کے پاس بیلنس نہیں ہے تو مجھے مسڈ کال دیں۔ میں آپ کو کال بیک کرنے کی پابند ہوں گی۔ آپ کے مسائل آج سے میرے مسائل ہیں اور ان کا حل میری اولین ترجیح ہے۔"

تالیاں جلال پور جٹاں کی فضاء تالیوں اور نعروں سے گونج اٹھی جب کہ پھول بارش کی مانند برس رہے تھے۔

"ہماری لیڈر زندہ آباد: نوجوان قیادت پائندہ آباد, ہماری آسوں امنگوں کی ترجمان, میڈم خوش بخت بیگ"

پھر سے ایک بار تالیاں گونجیں۔

جیوے جیوے میڈم جیوے عوام کی گرم جوشی پہ میڈم ہاتھ لہرا لہرا کے عوام کو اپنے ساتھ کا یقین دلا رہی تھی:۔

چاند تیزی سے بادلوں میں چھپ رہا تھا جب کہ تاروں کی مچولی دیکھتے دیکھتے چھ سالہ رمشاء اونگھنے لگی:

سالار بھائی ماما کب آئیں گی؟ نیند سے بوجھل آنکھیں مسلتے ہوئے رمشاء نے پوچھا۔

"سو جاؤ! رمشاء ہماری ماما ایک بہت بڑی لیڈر ہے۔ ہم سے زیادہ اس ملک کو ان کی ضرورت ہے۔" سالار نے بےزاری سے کہتے ہوئے آنکھیں موند لیں:۔

مائیکرو فکشن 16۔نوکیا 3310

"آخر آپ نے میرے لیے کیا ہی کیا ہے؟" شہزاد چلایا۔

"میں نے اتنے سالوں میں تمہارے لیے کبھی کچھ نہیں کیا ہے۔اب تم ہی بتادو کہ آخر میں تمہارے لیے کیا کروں؟" ناصر بے بسی سے بولا

"میں یہاں نہیں رہنا چاہتا ہوں۔ باہر کے ملک جانا چاہتا ہوں۔اس ملک میں کچھ نہیں ہے۔آپ مجھے باہر بھیج دیں۔" اس نے اپنا دیرینہ مطالبہ پیش کیا۔

"باہر کے ملک جانے کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گئے؟" وہ دل گرفتہ ہوا۔

"آپ یہ گھر بیچ دیں! میں آپ لوگوں کو نیا بنوادوں گا۔" دونوں میاں بیوی کی نظریں آپس میں ٹکرائیں اور چند لمحے مکمل خاموشی چھاگئی پھر وہ اپنے حواس پہ قابو پاتے ہوئے بولے: ہم سے دور جاکر کیا کروگے؟ یہیں ہمارے ساتھ رہو۔ وہ اسے روکنا چاہتے تھے۔

"آپ کے پاس رہ کر کیا کروں گا؟آپ کے پاس کون سے قارون کے خزانے ہیں جو مجھے عیش کی زندگی جینے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں؟آپ کل بھی سبزی فروش تھے اور آج بھی۔"

اس کے کئی بار کے دہرائے گے الفاظ انہیں غم کی دلدل میں دھنسا گئے۔انہوں نے اپنی گردن جھکالی جسے وہ کوئی مجرم ہو جب کہ منیبہ بولے بغیر نہیں رہ سکی:

"تمہیں پال پوس کر جوان کیا۔ تمہارے لیے دن کا سکون اور راتوں کی نیندیں حرام کی۔ ہر وہ لقمہ جو تمہیں پسند تھا اپنے منہ سے پہلے تمہارے منہ میں ڈالا اور آج تم کہہ رہے ہو: ہم نے تمہارے لیے کیا ہی کیا ہے؟" وہ شدید صدمے سے دوچار ہوئی۔

"کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ دنیا بھر کے ماں باپ یہی کرتے ہیں۔ آپ نے جنم دیا تھا تو آپ کا فرض بنتا تھا میرے سارے حقوق پورے کرتے۔"

"تمہاری زندگی میں کس چیز کی کمی ہے؟" وہ روبرو ہوئی۔

"ہر چیز کی کمی ہے۔ ایک سبزی فروش کا بیٹا ہوں۔ میری کیا زندگی ہو سکتی ہے؟

ناصر جلے پیر کی بلی کی طرح کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔

باہر نکلتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ میرے سب دوستوں کے والد کوئی بزنس مین ہیں تو کوئی سرکاری ملازم، سب کا مستقبل روشن ہیں۔ میں تو اپنے کسی دوست کو بتا بھی نہیں سکتا ہوں کہ میں ایک سبزی فروش کا بیٹا ہوں:۔

(اچھا تو اب میرا تعارف تمہارے لیے باعث شرمندگی ہو گیا۔) وہ دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوئے۔ جب یہ چھوٹا تھا۔ ناسمجھ تھا تب بھی اس کی ہر بات شوق سے خوشی خوشی سنتے تھے اور اب تو ماشاءاللہ خیر سے بڑا ہو گیا ہے سمجھ دار ہو گیا ہے۔ اب تو اس کی مانے بغیر گزارا ہی نہیں تھا۔ ان کا دایاں ہاتھ اٹھا اور اس نے سینے کو پکڑ لیا۔ دل کو بات سمجھا دی۔ بچوں کی مان لینی چاہیے:۔

ناصر! منیبہ نے آواز دی

"اب کیا ہے؟" ناصر کے دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگ تھے۔ شادی کے سات سال بعد اللہ تعالی نے اولاد نرینہ کی نعمت سے نوازا اور یہ اس انوکھی اور انمعول خوشی پہ دیوانے بنے ہر روز بازار نکلے ہوتے تھے۔ کبھی کپڑے تو کبھی کھلونے خریدتے غرض منیبہ دنیا بھر کی چیزیں اپنے ننھے شہزادے کے لیے جمع کرتی اور ناصر اپنی بھری جیب خالی کر دینے میں زرا مزاحمت نہ کرتا۔

"واہ!!!

منیبہ نے سبز اور پیلے رنگ کے کھلونا موبائل کی طرف اشارہ کیا۔اس میں سے الگ الگ میوزک ہے۔ وہ مختلف رنگ ٹیون ننھے شہزاد کو سنانے لگی اور شہزادہ بھی ہاتھ ہلا ہلا کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگا۔جب آپ گھر ہونگے تو میرا بیٹا ٹیون سنا کرے گا جب منڈی ہونگے تو آپ سے فون پہ بات کیا کرے گا۔"وہ خوشی خوشی موبائل فون کی افادیت کا پتہ دینے لگی:۔

"ہاں جی امی ! میں بالکل ٹھیک ہوں۔آپ لوگ میری فکر مت کیجیے گا۔بس آپ اور ابو اپنا بہت خیال رکھیے گا۔اکرم بھائی بہت اچھے ہیں۔یہاں اٹلی میں ایک سپر سٹور چلاتے ہیں۔ان سے کام کی بات کی ہے وہ ان شاءاللہ میری مدد کریں گے۔میں آپ دونوں کو فون کرتا رہوں گا۔موبائل کے دوسری جانب ماں خاموشی سے کان لگائے ہوئے تھی۔ابو کہاں ہیں؟ بہت دن ہو گئے وہ تو مجھے پردیس بھیج کر ناراض ہی ہو گئے ہیں۔مجھ سے بات ہی نہیں کرتے ہیں۔منڈی جا رہے ہیں کیا۔اب میں بڑا ہو گیا ہوں۔جب تنخواہ ملے گی ناں تو ابو کو نوکیا 3310 سے چھٹکارا دلوا دوں گا۔نئے ماڈل کا ویو وچ موبائل لے کر دوں گا۔"

شہزاد ماں سے کہنے لگا اور خوشی سے نہال ماں ماشاءاللہ ماشاءاللہ کرتی شوہر سے کہنے لگی:اجی ! سنتے ہو,کیا آپ نے سنا ہے۔آپ کا بیٹا آپ کی محبت کا کس قدر دم بھرنے لگا ہے۔پردیس گیا ہے ناں؟ماں باپ کی قدر آگئی ہے۔آپ تو یوں ہی میرے بیٹے سے خفا رہتے تھے۔اب وہ اکلوتا تھا۔شہر کے سب سے بڑے,مہنگے اسکول میں پڑھتا تھا تو امیر کبیر دوستوں سے متاثر ہو جاتا تھا اور کبھی کبھار منہ ماری کر دیتا تھا آپ دل پہ مت۔۔۔

منیبہ نے جملہ ادھورا چھوڑا۔وہ بیٹے کی صفائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔اجی ! سنیے ناں یوں اس سے ناراض نہ ہو۔بات کر لیا کریں۔ہمارے پاس اور ہے ہی کیا؟ایک ہی تو بیٹا ہے وہ بھی اللہ

سے مانگ مانگ کر لیا ہے۔ شوہر کے گھٹنے کو ہاتھ لگایا پھر جھنجھلا کر بولی آپ یوں ہی میرے بچے سے ناراض رہتے ہیں۔ سب بچے ضد کرتے ہیں اور ماں باپ ان کے آگے ہتھیار ڈالتے ہیں۔ میں نے اپنے بچے کو نہیں بگاڑا ہے۔ سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ سب کچھ اسی کا تو ہے۔ وہ موبائل کے سپیکر پہ ہاتھ رکھے مدھم لہجے میں شوہر کو سمجھا رہی تھی مگر وہ تھے کہ پردیسی بیٹے سے بات کرنے سے مسلسل انکاری تھے۔

"ہاں بیٹا! میں نے گھر شفٹ کر لیا ہے۔ وہ پرانا مالک مکان بہت تنگ کرتا تھا۔ آئے روز کرایہ بڑھانے کا مطالبہ کرتا تھا۔ اس لیے تمہارے ابو مجھے اس گھر میں لے آئے ہیں۔ یہ بہت اچھا ہے۔ یہاں کے مالک مکان بھی اچھے ہیں۔ ہمیں یہاں کوئی مشکل نہیں ہیں۔ تم بس اپنا خیال رکھنا۔ تمہارے ابو تمہیں بہت یاد کرتے ہیں لو بات کرلو ان سے......منیبہ نے کھلونا موبائل مٹی کے ڈھیر سے لگا دیا:

ختم شد

(ختم شد)

حرفِ آخر

سب سے پہلے میں اللہ عزوجل اور اُس کے بعد اس کتاب کے پبلیشر ناول ہی ناول کے صدر جناب صداقت محمود اور اپنے چاہنے والوں کو پیار بھرا اسلام بھیجتی ہوں اور جو میرا لکھا پسند کرتے ہیں اُن کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں میں نے جب سے افسانے اور ناول لکھنے شروع کیے اس دوران جس جس نے سپورٹ کیا ساتھ دیا میری رہنمائی کی اُن سب کا بھی شکر گزار ہوں اور یہ کتاب جس کا نام " شیبا حنیف کے پندرہ مشہور افسانے " ہے۔

اپنے سب سے قریبی دوست میرے بھائی "محمد صداقت محمود چوہدری "اونر آف ایس ایم پی پی، این ایچ این کے نام کہ جو میری زندگی میں روشنی ثابت ہوئے جن کی بدولت میں نے خود کو سنوارا جنہوں نے مجھے ہمیشہ ہمت دی اور میری کامیابیوں کو سراہا مجھے سپورٹ کی اور میری حوصلہ افزائی کی۔۔

ولسلام!

شیبا حنیف

ہماری مطبوعات

ناول ہی ناول آن لائن ویب سائٹ

ناول ہی ناول پبلیکشن کے علاوہ ادارہ پیش کرتا ہے ایک آن لائن ویب سائٹ جہاں آپ پڑھ پائیں گے
ڈھیروں کتابیں بنا کسی معاوضے کے

شیبا حنیف

شیبا حنیف مرزا کا تعلق پہلوانوں کے شہر گوجرانوالہ سے ہے وہ محکمہ برقیات میں اپنی خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔ شیبا حنیف ایم اے اردو، ایم اے ایجوکیشن، ایم بی اے کی تعلیم یافتہ ہیں اور ایم فل ان مینجمنٹ سائنسز کی شاگردہ ہیں۔ وہ اکادمی ایوارڈ یافتہ ہیں اور انہیں 2021 میں پاکستان کے 150 منتخب مصنفین میں شمار ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اب تک ان کی تین کتب "کہانی بات کرتی ہے"، "آب دار"، "سپکٹرم"، منظر عام پہ آ چکی ہے۔ وہ ہفتہ وار آن لائن شیباڈائجسٹ کی مدیرہ ہیں۔

03155734959 Novelhinovel.com

Fb/novel hi novel
Novelhinovel.com
ناول ہی ناول پبلشرز